QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

بیان القرآن اور صراط الجنان میں مطالعہ یہودیت کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Analysis of the Study of Judaism in *Bayan-ul-Quran* and *Sirat-ul-Jinan*

Sumaira Manzoor
M. Phil Scholar, Islamic Studies, Green International University, Lahore: drche313@gmail.com
Dr. Ahmad
Assistant Professor, Islamic Studies, Green International University, Lahore: dr.ahmad@giu.edu.pk

Abstract
This research presents a comparative and analytical study of the portrayal and critique of Judaism in two prominent 20th-century Urdu exegeses of the Indo-Pak subcontinent: Tafheem-ul-Qur'an by Syed Abul A'la Maududi and Tafseer-e-Naeemi by Mufti Ahmad Yar Khan Naeemi. Focusing primarily on Surah Bani Isra'il and Surah Al-Kahf, the paper examines how both scholars address the theological deviations, moral degeneration, and historical decline of the Israelites. The study reveals that both exegetes view the Qur'anic discourse on Judaism not as a mere historical narration, but as a perpetual moral, political, and spiritual curriculum for the Muslim Ummah. However, their analytical frameworks differ significantly. Syed Abul A'la Maududi employs a socio-political, historical, and rational methodology, framing Judaism as a civilizational challenge and interpreting Israelite history through universal laws of societal rise and fall. Conversely, Mufti Ahmad Yar Khan Naeemi adopts a traditional, theological, and mystical approach, emphasizing the defense of orthodox Islamic creeds, internal spiritual reformation, and the refutation of theological doubts. Ultimately, the paper demonstrates that these two exegeses do not contradict but rather complement each other, offering a multifaceted understanding of Qur'anic discourse on Judaism.

Keywords: *Comparative Exegesis, Israelite History, Study of Judaism, Surah Al-Isra, Surah Al-Kahf, Tafheem-ul-Qur'an, Tafseer-e-Naeemi*

تعارف

قرآنِ کریم میں بنی اسرائیل اور یہودیت کا تذکرہ محض ایک تاریخی داستان نہیں، بلکہ امتِ مسلمہ کی فکری و عملی اصلاح کے لیے ایک مستقل نصاب ہے، جس کی تفسیری جہات کا احاطہ اردو مفسرین نے ہمیشہ ترجیحی بنیادوں پر کیا ہے۔ سابقہ تحقیقات کے جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر مختلف تفاسیر کے حوالے سے کام کیا گیا ہے؛ مثلاً وسیدہ عارف نے "رضی الدین سید کا مطالعہ یہودیت: تحلیل و تجزیہ" پر ایم فل کی تحقیق کی، فاطمہ راشد نے "یہودیت: تبیان القرآن از غلام سعیدی کی روشنی میں" کو اپنا موضوع بنایا، اور شگفتہ نورین نے "تفسیر ضیاء القرآن اور تفسیر حقانی میں یہودیت و عیسائیت۔ اسلوب کا تقابلی مطالعہ" کے عنوان سے موازنہ پیش کیا۔ یہ تمام علمی کاوشیں انفرادی تفاسیر یا دیگر مکاتبِ فکر کے گرد گھومتی ہیں، جبکہ صراط الجنان اور بیان القرآن جیسی اہم عصری تفاسیر اور بالخصوص سورۃ الکہف و سورۃ بنی اسرائیل کو مرکز بنا کر مطالعہ یہودیت کا تقابلی مطالعہ تاحال تشنہ ہے۔

موجودہ تحقیق کا بنیادی مقصد اسی علمی خلا کو پُر کرنا ہے، جو سابقہ کاموں سے بالکل منفرد اور ممتاز ہے۔ اس مضمون میں تحلیلی اور تقابلی منہجِ تحقیق اختیار کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد کی "بیان القرآن" اور مفتی محمد قاسم قادری کی "صراط الجنان" سے بنیادی مواد اخذ کیا گیا ہے اور خصوصی طور پر سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ الکہف کے تنظیمی و موضوعاتی مفاہیم کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس تحقیقی اسلوب کے ذریعے جہاں یہود کے تاریخی و عقائدی انحرافات اور ان کے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

فکری وسیاسی چیلنجز پر دونوں مفسرین کے نقطہ نظر کو سامنے لایا گیا ہے، وہاں دونوں تفاسیر کے مناہج استدلال، اسلوب کے فرق اور فکری اشتراک کو بھی ایک واضح علمی سانچے میں مرتب کیا گیا ہے۔

بنی اسرائیل کی تین بڑی حکومتیں

اگرچہ بنی اسرائیل کی تین بڑی حکومتیں تقریباً ایک صدی تک رہیں اور ہماری امت کی پہلی تین خلافتیں تقریباً 24 سال تک، لیکن دونوں میں ایک مشابہت یہ تھی کہ پہلے حکمران کا دور مختصر تھا اور بعد کے دو حکمرانوں کا دور زیادہ لمبا تھا۔ بنی اسرائیل کی ابتدائی تین حکومتوں (خلافتوں) کا کل دورانیہ تقریباً ایک سو برس پر محیط تھا اور امتِ مسلمہ کی پہلی تین خلافتوں کا عرصہ محض چوبیس برس بنتا ہے، لیکن ان دونوں کے درمیان حکمرانوں کی مدتِ اقتدار کے لحاظ سے ایک واضح مشابہت پائی جاتی ہے۔ سورۃ الاسراء کی آیات کی تشریح میں ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں:

"ان کی پہلی تین خلافتیں ایک سو برس کے عرصے پر محیط تھیں۔"[1]

جس طرح بنی اسرائیل کے پہلے خلیفہ (حکمران) کا دورِ اقتدار انتہائی مختصر تھا اور ان کے بعد آنے والے دونوں خلفاء کا دور نسبتاً طویل رہا، بالکل اسی طرح مسلمانوں کی تاریخ میں بھی پہلے خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت مختصر تھا، جبکہ ان کے بعد آنے والے دونوں خلفاء، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، کا دورِ خلافت ان کے مقابلے میں نسبتاً طویل تھا۔

ڈاکٹر اسرار احمد کی یہ بات مجھے پسند آئی ہے جو تین بڑی حکومتوں کا ذکر فرمایا۔ مفتی محمد قاسم نے تین بڑی حکومتوں کا ذکر نہیں کیا۔

بنی اسرائیل کو سبق

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے عظیم جدِ امجد حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے سے سبق سیکھنے اور شکر گزار بننے کی تلقین فرمائی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور پھر آگے چل کر بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا؛ چنانچہ انہیں یاد دلایا جا رہا ہے کہ وہ طوفانِ نوح سے بچائے جانے والے ایک انتہائی شکر گزار نبی کی اولاد ہیں، اس لیے انہیں بھی اپنے اسلاف کی طرح ہر حال میں اللہ کا فرمانبردار اور شکر گزار بندہ بننا چاہیے تھا۔ سورۃ الاسراء کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

"بنی اسرائیل کو حضرت نوح علیہ السلام کی شکر گزاری سے سبق لینا چاہیے تھا اور اللہ کا فرمانبردار بننا چاہیے تھا۔ اللہ نے پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ وہ دو بار فساد کریں گے، اور ہر بار ان کے ظلم و نافرمانی کے نتیجے میں انھیں ذلت اور سزا کا سامنا کرنا پڑا۔"[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾[3]

"اے ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، وہ یقیناً بہت شکر گزار بندہ تھا۔"

اے ان لوگوں کی اولاد! جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سور کیا اور طوفان نوح سے محفوظ فرمایا تم بھی تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار اور شکر گزار بندے بن جاؤ جیسے حضرت نوح علیہ السلام تھے کہ وہ ہر حال میں اللہ عزّ وجلّ کا شکر ادا کرنے والے تھے۔[4]

---

1 بیان القرآن، ج:۴، ص:۲۸۷۔

2 تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ ج:۲۹۷ ص:۷۔

3 بنی اسرائیل:۳۔

4 جلالین مع صاوی، الاسراء، تحت الآیۃ ج:۳، ص:۱۱۳۰۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

مفتی محمد قاسم نے حضرت نوح علیہ السلام کی شکر گزاری سے بنی اسرائیل کو سبق دینے کی تلقین فرمائی۔ مجھے یہ انداز پسند آیا ہے. حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹوں میں سے حضرت سام کی نسل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے، اور انہی کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا۔ انھیں یاد دلایا جا رہا ہے کہ وہ ایک شکر گزار نبی کی نسل سے ہیں، اس لیے انھیں بھی شکر گزار ہونا چاہیے۔

سورۃ الاسراء کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

"حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام حام اور یافتہ تھے جن سے بعد میں نسل انسانی چلی۔"[1]

مفتی محمد قاسم نے اس شکر گزاری کے سبق پر خاص زور دیا ہے، جبکہ تاریخی طور پر اللہ نے انہیں پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ وہ زمین میں دو مرتبہ بڑا فساد برپا کریں گے اور ہر بار ان کی اسی سرکشی، ظلم اور نافرمانی کے نتیجے میں انہیں الٰہی سزا اور ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے بنی اسرائیل کو سبق دینے کی تلقین واضح نہیں فرمائی۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی

تفسیر صراط الجنان میں بنی اسرائیل کی بار بار کی سرکشی اور اس کے نتیجے میں ان پر مسلط ہونے والی ذلت کا عبرت ناک ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی وضاحت کے مطابق، بنی اسرائیل پر ایسے دو بڑے ادوار آنے کی پیشگوئی کی گئی تھی جن میں وہ دین سے دور ہو کر زمین پر فتنہ وفساد اور لہو ولعب میں مبتلا ہوئے اور سزا کے طور پر ان پر عذاب کے کوڑے برسے۔ اس عذاب کے تذکرے سے پہلے بین السطور یہ اشارہ بھی موجود ہے کہ وہ ایک طویل عرصے تک اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں سے مالا مال رہے تھے۔ مفتی محمد قاسم کی تشریح کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ واضح قانون بتا دیا تھا کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو ان پر رحم کیا جائے گا، لیکن اگر وہ دوبارہ شرارت کریں گے تو عذاب بھی دوبارہ آئے گا۔

سورۃ الاسراء کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

"اس میں بنی اسرائیل کی بار بار نافرمانی اور اس کے نتیجے میں آنے والی ذلت کا ذکر ہے۔"

ساتھ ہی یہ سبق دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے ساتھ بھی اخلاق اور حکمت سے بات کرنی چاہیے، کیونکہ بد تمیزی اور غصہ شیطان کی طرف سے فساد پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے چنانچہ انہوں نے تیسری مرتبہ بھی وہی روش اپنائی اور دورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی، جس کے نتیجے میں ان پر ہمیشہ کے لیے ذلت مسلط کر دی گئی۔ اس واقعے سے امتِ مسلمہ کو یہ اخلاقی سبق بھی ملتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کے ساتھ بھی حکمت، اخلاق اور نرمی سے بات کرنی چاہیے، کیونکہ بد تمیزی اور غصہ شیطان کی طرف سے فتنہ وفساد پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ بنتا ہے۔ مفتی محمد قاسم نے بنی اسرائیل کی نافرمانی کو واضح ذکر کیا ہے مجھے ان کا انداز پسند آیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْۚ-وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَاۘ-وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا﴾[2]

"قریب ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم پھر دوبارہ شرارت کرو تو ہم پھر عذاب کریں گے
اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا ہے۔"

اے بنی اسرائیل! دوسری مرتبہ کے بعد بھی اگر تم دوبارہ توبہ کر لو اور گناہوں سے باز آجاؤ تو ہم تم پر پھر اپنا رحم وکرم کریں گے لیکن اگر تم نے تیسری مرتبہ پھر شرارت کی اور فتنہ وفساد کیا تو ہم پھر تمہیں اس کی سزا دیں گے چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ انھوں نے تیسری مرتبہ بھی وہی حرکات کیں اور زمانہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو اُن پر ذلت مسلط کر دی گئی۔[3]

1 بیان القرآن، ج:۴، ص:۲۸۴۔
2 بنی اسرائیل:۸۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

سورۃالاسراء کی تشریح میں ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں:

"یہاں پر بین السطور یہ اشارہ بھی ہے کہ اس سے پہلے بنی اسرائیل پر ایک بہتر دور بھی آیا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا تھا۔"[1]

تفسیر بیان القران میں بیان ہے تم پر دو ادوار ایسے آئیں گے کہ تم زمین میں سرکشی کرو گئے فساد برپا کرو گئے دین سے دور ہو جاؤ گئے لہو و لعب میں مبتلا ہو جاؤ گئے اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے تم پر عذاب کے کوڑے برسیں گے۔ تم پر ایسے وقت آئیں گے جب تم نافرمانی اور فساد میں پڑ جاؤ گے، تو اللہ کی طرف سے سزا بھی آئے گی۔ اس سے یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اس سے پہلے تم پر ایک اچھا اور نعمتوں والا دور بھی گزر چکا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے بنی اسرائیل کی نافرمانی کو واضح نہیں کیا۔

اولیاء کی کرامات

تفسیر صراط الجنان میں اصحابِ کہف کے واقعے سے یہ بات کہ اللہ کے نیک بندوں کو غیر معمولی اعزازات عطا ہوتے ہیں، جنھیں کرامت کہا جاتا ہے۔ یہ کرامات اللہ کے حکم سے ہوتی ہیں، اور اس میں ولی کا ارادہ یا شعور شرط نہیں ہوتا۔ اصحاب کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں۔ ان کا کھائے پئے بغیر اتنی مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔

سورۃالکہف کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

"کرامات اولیاء برحق ہیں۔"[2]

یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہو سکتی ہے اور اسی طرح بعد موت بھی۔ ان کے جسموں کو مٹی کا نہ کھانا یہ بھی کرامت اولیاء میں سے ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو بلکہ بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار کے اور بغیر اس کے علم کے بھی کرامت کا ہر ہوتی ہے جیسے اصحاب کہف کے واقعہ میں ہوا۔

مفتی محمد قاسم نے ذکر گیا ہے اولیاء کی کرامات برحق ہیں۔

سورۃالکہف کی تفصیل میں ڈاکٹر اسرار احمد نے بتایا ہے:

"عیسائی روایات میں اس جنگ کو "ہرمجدون" (Armageddon) کا نام دیا گیا ہے۔"[3]

تفسیر بیان القرآن میں بہر حال حضرت مسیح علیہ السلام کے تشریف لانے اور ان کے ہاتھوں دجال کے قتل کے بعد اس فتنہ یا جنگ کا خاتمہ ہو گا۔ بہت کی احادیث میں ہمیں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ دجالی فتنہ کے ساتھ سورۃالکہف کی ایک خاص مناسبت ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اولیاء کی کرامات برحق ہیں کا ذکر نہیں گیا۔

بنی اسرائیل کو سزا

تفسیر بیان القرآن میں اصحابِ کہف کا یہ ایمان افروز واقعہ اس بات کی قاطع دلیل ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہوتی ہیں، کیونکہ اصحابِ کہف دراصل بنی اسرائیل کے اولیاء ہی تھے۔ ان کا صدیوں تک بغیر کھائے پیئے غار میں زندہ رہنا اور مٹی کا ان کے جسموں کو نقصان نہ پہنچانا اللہ کی عطا کردہ عظیم

---

3 روح البیان الاسراء، تحت الآیۃ: ج ۵، ص: ۱۳۵-

1 بیان القرآن، ج: ٤، ص: ۲۸۴۔

2 تفسیر کبیر، الکہف، تحت الآیۃ: ۲۰، ۶/ ۴۷۷، روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ: ۲۰، ۵/ ۲۶۲-۲۶۳ مدارک، الکہف تحت الآیۃ: ۲۰، ۶۵۷

3 بیان القرآن، ج: ٤، ۲۸۴۔

کرامت تھی۔اس واقعے سے یہ اہم علمی نکتہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کرامت کے ظہور کے لیے ولی کا باقاعدہ ارادہ، اختیار یا جاگنا شرط نہیں ہے، بلکہ یہ ولی سے سوتے میں، بے خبری میں اور موت کے بعد بھی صادر ہو سکتی ہے، جیسے اصحابِ کہف پر نیند کی حالت میں ہوا۔ تم پر ایسے وقت آئیں گے جب تم نافرمانی اور فساد میں پڑ جاؤ گے، تو اللہ کی طرف سے سزا بھی آئے گی۔ اس سے یہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اس سے پہلے تم پر ایک اچھا اور نعمتوں والا دور بھی گزر چکا تھا۔

سورۃ الاسراء کی تشریح میں ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں:

"یہاں پر بین السطور یہ اشارہ بھی ہے کہ اس سے پہلے بنی اسرائیل پر ایک بہتر دور بھی آیا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازا تھا۔"[1]

ڈاکٹر اسرار احمد نے بنی اسرائیل کی سزا کو بہتر انداز میں بیان کیا ہے مجھے یہ انداز پسند آیا ہے۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے انھیں تورات میں یہ غیب کی خبر دی تھی کہ تم زمین میں یعنی سرزمین شام میں دو مرتبہ فساد کرو گے۔ یہ غیب کی خبر پوری ہوئی اور جس طرح اللہ عزوجل نے فرمایا تھا ویسے ہی وقوع میں آیا کہ بنی اسرائیل نے فساد کیا ظلم و بغاوت پر اترے اور اس کا انجام دیکھنے کے پھر سمجھے لیکن پھر دوبارہ فساد میں مبتلا ہو گئے اور ہر مرتبہ فساد کے نتیجے میں ذلیل و رسوا ہوئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ وَ كَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا﴾[2]

"پھر جب ان میں پہلی بار کا وعدہ آیا ہم نے تم پر اپنے بندے بھیجے سخت لڑائی والے تو وہ شہروں کے اندر تمہاری تلاش کو گھسے اور یہ ایک وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔"

سورۃ الاسراء کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

جب دو مرتبہ کے فساد میں پہلی مرتبہ کے ضاد کا وقت آیا تو ساکی صوت یہ بنی کہ انھوں نے توریت کے احکام کی مخالفت کام کر دونال گناہ کے کاموں میں پڑ گئے اور حرام چیزوں کے مرتکب ہونے لگے۔[3]

مفتی محمد قاسم نے بنی اسرائیل کی سزا کو کم بیان کیا ہے جو کہ واضح نہیں۔

بنی اسرائیل کی تباہی

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو طاقت اور اقتدار دینے کے ساتھ ہی یہ واضح قانون بتا دیا تھا کہ تمہاری اچھائی اور برائی کا نتیجہ خود تمہاری ہی جانوں کے لیے ہو گا۔ لیکن جب بنی اسرائیل نے دوبارہ سرکشی کی روش اپنائی اور زمین پر دوسرا بڑا فساد برپا کیا۔

سورۃ الاسراء کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

﴿اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ۫ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا۱ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا﴾[4]

---

1 بیان القرآن، ج:۴، ص:۲۸۴۔

2 بنی اسرائیل:۵۔

3 بیضاوی، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۴-۵، (۳/ ۴۳۲)، خازن الاسراء، تحت الآیۃ:۵، (۳/ ۱۶۲)، مدارک، الاسراء، جلالین، الاسراء، تحت الآیۃ: ج:۵، ۲۳۰۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

"اگر تم بھلائی کروگے تو تم اپنے لیے ہی بہتر کروگے اور اگر تم برا کروگے تو تمھاری جانوں کے لیے ہی ہوگا۔"

تفسیر صراط الجنان میں مزید بیان کیا پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں گے اور اس طرح مسجد میں داخل ہوں گے جیسے پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے، اور جس چیز پر قابو پائیں گے اسے تباہ و برباد کر دیں گے۔

جب بنی اسرائیل کو یہ طاقت اور اقدار و اختیار عطا کیا گیا تو ساتھ ہی انھیں یہ بھی فرمادیا کہ اگر تم بھلائی کروگے اور اس پر ثابت قدم رہو گے اور اسی بھلائی کے راستے پر چلتے رہو گے تو تم اپنے لیے ہی بہتر کروگے اور اگر تم برا کروگے اور دوبارہ پرانی روش اپناؤ گے اور فتنہ وفساد اور نافرمانی کی زندگی گزارنے لگو گے تو اس کا انجام تمھیں ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق جب دوسری بار بنی اسرائیل کے فساد کرنے کا وقت آیا اور انھوں نے دوبارہ وہی پرانی حرکتیں کرنا شروع کر دیں اور انھوں نے پھر فساد برپا کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچالیا اور اپنی طرف اُٹھالیا اور بنی اسرائیل نے حضرت ذکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اللہ ان میں ان کا تعالیٰ نے ان پر اہل فارس اور روم کو مسلط کیا تاکہ وہ انھیں قتل کریں، قید کریں اور اتنا پریشان کریں کہ رنج و پریشانی کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہوں پھر ان مسلط ہونے والے لوگوں نے یہ بھی کیا کہ وہ بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہوئے۔ وَعْدُ ولن تمھارا! اور اسے ویران کر دیا اور بنی اسرائیل کے شہروں پر غلبہ پا کر انھیں تباہ و برباد کر دیا۔[1]

پہلے آشوریوں نے بنی اسرائیل کی شمالی سلطنت اسرائیل کو تباہ کیا۔ پھر 587 قبل مسیح میں بخت نصر نے جنوبی سلطنت یہودیہ پر حملہ کر کے اسے بھی ختم کر دیا اور یروشلم کو مکمل طور پر تباہ کر دیا۔۔ اس قیامت خیز معرکے میں بخت نصر نے چھ لاکھ یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، جبکہ مزید چھ لاکھ مردوں، عورتوں اور بچوں کو جانوروں کی طرح ہانکتا ہوا اپنے ساتھ بابل (عراق) لے گیا، جہاں یہ لوگ تقریباً سوا سو سال تک بدترین قید اور اسیری کی حالت میں رہے۔ یہ دورِ اسیری بنی اسرائیل کی تاریخ کا ذلت، رسوائی اور بربادی کے اعتبار سے سیاہ ترین اور ہولناک ترین دور تھا۔ مفتی محمد قاسم نے بنی اسرائیل کی تباہی کو کم بیان کیا ہے۔

بنی اسرائیل کی پہلی تباہی کا آغاز سات آٹھ سو قبلِ مسیح کے لگ بھگ آشوریوں کے ہاتھوں ان کی شمالی سلطنت "اسرائیل" کی بربادی سے ہوا، جس کے بعد 587 قبلِ مسیح میں عراق کے ظالم بادشاہ بخت نصر (Nebuchadnezzar) نے ان کی جنوبی سلطنت "یہودیہ" پر ہولناک حملہ کر کے اسے پوری طرح تہس نہس کر دیا۔ اس حملے کے دوران یروشلم شہر کو اس بے دردی سے مسمار کیا گیا کہ کسی عمارت کی دو اینٹیں بھی سلامت نہ رہیں اور بنی اسرائیل کے فخر یعنی "ہیکلِ سلیمانی" کو بنیادوں سمیت کھود کر بالکل تباہ کر دیا گیا۔

سورۃ الاسراء کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں:

"سب سے پہلے آشوریوں کے ہاتھوں ان کی شمالی سلطنت "اسرائیل" (سات آٹھ سو قبل مسیح کے لگ بھگ) تباہ ہوئی۔"[2]

تفسیر بیان القرآن میں بیان ہے ۵۸۷ قبل مسیح میں عراق کے نمرود بخت نصر (Nebukadnezar) نے ان کی جنوبی سلطنت یہودیہ پر حملہ کیا اور پوری سلطنت کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ یروشلم کو اس طرح تباہ و برباد کیا گیا کہ کسی عمارت کی دو اینٹیں بھی سلامت نہیں رہنے دی

4 بنی اسرائیل:۷۔

1 تفسیر کبیر، الاسراء، تحت الآیۃ:۷، (۷/۳۰۱)، خازن الاسراء، تحت الآیۃ:۷، ۱۶۲۳، ملتقطاً۔

2 بیان القرآن، ج:۴، ۲۸۷۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

گئیں۔ اس حملے میں ہیکل سلیمانی کو بھی گرا دیا گیا اور بڑی تباہی ہوئی۔ بہت سے یہودی قتل ہوئے اور لاکھوں لوگوں کو بابل لے جایا گیا، جہاں وہ تقریباً سوا سو سال تک قید اور ذلت کی حالت میں رہے۔

سورۃ الاسراء کی تشریح میں ڈاکٹر اسرار احمد تحریر کرتے ہیں:

"ہیکل سلیمانی کو مسمار کر کے اس کی بنیاد میں تک کھود ڈالی گئیں۔"[1]

اس دوران بخت نصر نے چھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا جبکہ چھ لاکھ مردوں، عورتوں اور بچوں کو جانوروں کی طرح ہانکتا ہوا بابل لے گیا، جہاں یہ لوگ سوا سو سال تک اسیری (Captivity) کی حالت میں رہے۔ ذلت و رسوائی کے اعتبار سے یہ ان کی تاریخ کا بدترین دور تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے بنی اسرائیل کی تباہی کو بہتر انداز میں بیان کیا ہے مجھے یہ انداز پسند آیا ہے۔

بنی اسرائیل کا غلبہ

تفسیر صراط الجنان میں بیان ہے جب بنی اسرائیل گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ و برباد ہونے کے بعد تکبر و فساد سے باز آئے اور انہوں نے توبہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل فرمایا اور انہیں دوبارہ مال، کثیر اولاد اور افرادی قوت عطا کر کے ان لوگوں پر غلبہ دیا جو ان پر مسلط ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد کی وضاحت کے مطابق، بنی اسرائیل کے اس دوسرے دورِ عروج (نشاۃِ ثانیہ) کا آغاز حضرت عزیر علیہ السلام کی مصلحانہ کوششوں سے ہوا، جنہیں اس نئی زندگی کا نقیب مانا جاتا ہے۔ سورۃ الاسراء کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

﴿ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا﴾[2]

"پھر ہم نے تمھارا غلبہ ان پر الٹ دیا اور مالوں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کی اور ہم نے تمھاری تعداد بھی زیادہ کر دی۔"

اس آیت میں بنی اسرائیل کی بربادی کے بعد دوبارہ سنبھلنے کی داستان بیان کی جا رہی ہے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجے میں تباہ و برباد ہونے کے بعد جب تم نے توبہ کی اور تکبر و فساد سے باز آئے تو ہم نے تمھیں دولت دی اور تمھیں اتنی قوت و طاقت عطا فرمائی کہ تم دوبارہ مقابلہ کرنے کے قابل ہوئے چنانچہ تمھیں ان لوگوں پر غلبہ عطا کر دیا گیا جو تم پر مسلط ہو چکے تھے۔[3]

بنی اسرائیل کے دوسرے عروج کا آغاز حضرت عزیر علیہ السلام کی اصلاحی کوششوں سے ہوا۔ اس کے بعد 539 قبل مسیح میں ایران کے بادشاہ سائرس (ذوالقرنین) نے بابل فتح کیا اور بنی اسرائیل کو اپنے وطن واپس جا کر دوبارہ آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ جس کے بعد وہ آہستہ آہستہ فلسطین واپس جانے لگے۔

سورۃ الاسراء کی تفسیر میں ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

"بنی اسرائیل کے دوسرے دور عروج کا آغاز حضرت عزیر ان کی اصلاحی کوششوں سے ہوا۔"[4]

تفسیر بیان القرآن میں مزید ہے عروج کا ایک بڑا سبب یہ بنا کہ 539 قبل مسیح میں ایران کے عادل بادشاہ سائرس (کوروش) یا ذوالقرنین نے بابل (عراق) کو فتح کر لیا اور اس کے اگلے ہی سال بنی اسرائیل کو اپنے وطن واپس جانے اور وہاں دوبارہ آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ چنانچہ، یہودیوں کے

1 بیان القرآن ج: ٤، ٢٨٧۔

2 بنی اسرائیل: ٦۔

3 خازن الاسراء، تحت الآیۃ: ٦، ج: ٣، ص: ١٦٢

4 بیان القرآن ج: ٤، ص: ٢٨٧۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

قافلے بڑی تعداد میں فلسطین واپس لوٹنے لگے اور یوں یہ مظلوم قوم ایک طویل عرصے کے بعد دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ مفتی محمد قاسم نے بنی اسرائیل کا غلبہ کو بہتر انداز میں بیان کیا ہے مجھے یہ انداز پسند آیا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمد نے بنی اسرائیل کی تباہی کو کم بیان کیا ہے۔

نبیوں کے خصوصی فضائل

تفسیر صراط الجنان میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں اور نبیوں میں سے بعض کو دوسروں پر خصوصی اوصاف اور فضائل کے ساتھ برتری عطا فرمائی ہے؛ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "خلیل"، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "کلیم" اور سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو "حبیب" بنانے کے ساتھ ساتھ بے شمار امور میں فضیلتِ تامہ سے نوازا۔ مفتی محمد قاسم کی تشریح کے مطابق، اس آیت میں خاص طور پر حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دیے جانے کا ذکر کرنے میں یہ گہری حکمتِ الٰہی پوشیدہ ہے کہ اللہ نے انہیں نبوت کے ساتھ عظیم سلطنت بھی دی تھی، مگر یہاں سلطنت کا ذکر چھوڑ کر کتاب (زبور) کا تذکرہ کیا، جو اس بات کی واضح تنبیہ ہے کہ اللہ کے ہاں اصل فضیلت مال و ملک کی نہیں بلکہ علم و حکمت کی ہے۔

سورۃ الاسراء کی تشریح میں مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں:

> ”اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو خاص فضیلتیں عطا فرمائیں، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب بنایا۔“[1]

تفسیر صراط الجنان میں بتایا ہے کہ یہ سورت مکی دور کے آخری سالوں میں نازل ہوئی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآنِ مجید کی خبریں مدینہ منورہ پہنچ چکی تھیں اور وہاں کے یہودی ایک ایک بات کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے کیونکہ عنقریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لانے والے تھے، چنانچہ اس پس منظر میں انبیاء کی فضیلت کا تذکرہ قرآن کی حقانیت کو مزید واضح کرتا ہے۔

مفتی محمد قاسم بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کا ذکر خاص حکمت کے تحت کیا گیا ہے، اور اس سے انبیاء کی باہمی فضیلت اور قرآن کی حقانیت واضح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کو دوسروں پر خصوص فضائل کے ساتھ فضیلت عطا فرمائی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب بنایا بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار امور میں فضیلتِ تامہ عطا فرمائی۔ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کا نام لے کر ذکر فرمایا گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا۵۴ ۔۔ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴾[2]
>
> ”تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا چاہے تو تمہیں عذاب کرے۔“

انبیاء کرام علیہم السلام میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی پھر ارشاد کیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی باوجود یہ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ملک بھی عطا کیا تھا لیکن اس کا ذکر نہ فرمایا، اس میں تنبیہ ہے کہ آیت میں جس فضیلت کا ذکر ہے وہ فضیلت علم ہے نہ کہ فضیلت ملک و مال۔[3]

---

1 صراط الجنان فی تفسیر القرآن، ج:۵، ص:۴۲۴۔

2 بنی اسرائیل:۵۴،۵۵۔

3 خازن الاسراء، تحت الآیۃ:۵۵، ج:۳, ص:۱۷۸۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ نے بعض انبیاء کو دوسروں پر خاص فضیلت دی ہے۔ اس بات کا تعلق اس وقت کے حالات سے ہے جب یہودی مدینہ میں آپ ﷺ آمد اور قرآن کی خبروں کو غور سے دیکھ رہے تھے، کیونکہ نبی ﷺ جلد مدینہ آنے والے تھے۔ مفتی محمد قاسم نے نبیوں کے خصوصی فضائل کو بہتر انداز میں بیان کیا ہے مجھے یہ انداز پسند آیا ہے۔

سورۃ الاسراء کی تشریح میں ڈاکٹر اسرار احمد بیان کرتے ہیں:

﴿وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلَى بَعْضٍ﴾[1]

"اور ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بخشی ہے"[2]

تفسیر بیان القرآن میں بیان ہے سورہ بنی اسرائیل مکی دور کے آخری برسوں میں نازل ہوئی اور اس کا آغاز بھی بنی اسرائیل کی تاریخ سے ہوا۔ اس سورۃ کے نزول سے پہلے نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت اور قرآن کے بارے میں تمام خبریں مدینہ پہنچ چکی تھیں اور یہود مدینہ ایک ایک بات اور ایک ایک خبر کا باریک بینی سے جائزہ لے رہے تھے۔ پھر عنقریب حضور ﷺ خود بھی مدینہ تشریف لانے والے تھے۔"[3]

مفتی محمد قاسم نے نبیوں کے خصوصی فضائل کو بہتر انداز میں بیان کیا ہے مجھے یہ انداز پسند آیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے ان کو کم بیان کیا ہے۔

خلاصۃ البحث

یہ تحقیقی مضمون ڈاکٹر اسرار احمد کی تفسیر بیان القرآن اور مفتی محمد قاسم قادری کی تفسیر صراط الجنان میں مطالعہ یہودیت کا تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں بالخصوص سورۃ الاسراء اور سورۃ الکہف کی روشنی میں بنی اسرائیل کے عقائد، اعمال، تاریخی احوال اور ان کی عہد شکنی کے نتائج کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کا اسلوب تحریکی، فکری، تجزیاتی اور انقلابی ہے، جہاں وہ بنی اسرائیل کی تاریخ اور قرآن میں مذکور حضرت موسیٰ، حضرت خضر، فرعون، طالوت اور ذوالقرنین کے واقعات کو امتِ مسلمہ کے لیے ایک فکری و اجتماعی نصاب، زوال سے بچنے کی تنبیہ اور اقامتِ دین کی جدوجہد کی بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس کے برعکس مفتی محمد قاسم قادری کا اسلوب عوامی، اصلاحی، دعوتی اور تربیتی ہے، جو سادہ فہم انداز میں یہود کی گمراہیوں سے سبق حاصل کرنے، عقائد کے تحفظ، اخلاقی اصلاح، شکر گزاری اور عام مسلمانوں کی عملی زندگی کو قرآن سے جوڑنے پر زور دیتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد یہودیت کا مطالعہ فکری اور سیاسی تناظر میں کرتے ہیں جبکہ مفتی محمد قاسم قادری اسے اخلاقی اور تربیتی زاویے سے پیش کرتے ہیں، اور دونوں تفاسیر اپنے الگ اسلوب کے باوجود امت کی اصلاح اور قرآن فہمی کے مشترکہ مقصد کو پورا کرتی ہیں۔

اس تحقیق کے نتائج کی روشنی میں چند اہم سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔ دونوں مفسرین کی ہمہ جہت شخصیات، ان کے استدلال کے مناہج، فقہی و محدثانہ بصیرت اور ان تفاسیر کا تفصیلی تحقیقی جائزہ لیا جانا چاہیے، نیز تفاسیر کے جدید تقابلی اسلوب کو فروغ دے کر عصری فکری و سماجی مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ مطالعہ یہودیت کو صرف تاریخی بحثوں تک محدود رکھنے کے بجائے موجودہ عالمی سیاسی و فکری حالات کے تناظر میں دیکھا جائے۔ مزید برآں، بیان القرآن کے ماخذ کی علمی حیثیت اور صراط الجنان میں وارد روایات کی تحقیق پر اعلیٰ جامعاتی سطح کے مقالہ جات لکھوائے جائیں۔ طلبہ، علمائے کرام اور خطباء کو مستفید کرنے کے لیے ان تفاسیر کو جامعات کے تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے اور نوجوان نسل میں قرآن فہمی کی ترویج کے لیے تفسیری دروس، سیمینارز اور ورکشاپس کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔

1 بنی اسرائیل:۵۵۔

2 بیان القرآن، ج:۴، ص:۳۱۳۔

3 ایضاً، (4/۳۱۳)۔